(غلام گردش)

اَن دیکھا دستور

کسی بھی سوچنے والے انسان یا گروہ کیلئے ممکن نہیں ہے کہ ملکی حالات سے لاتعلق رہ سکے۔دور رہنے کی کوشش کرنے کے باوجود اردگرد کے حالات انسان کے ذہن پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ہر ملک اور ہر خطہ میں بعینہ یہی رویہ ہے۔جو مرضی کرلیں، ہر فرد اپنے اپنے ملکی حالات کا امیر ہوتا ہے۔

اسکے علاوہ اب ایک ملک کے حالات پوری دنیا پر اثرات ڈالتے ہیں۔برطانیہ اگر ای یو سے نکلتا ہے تو اس فیصلہ سے برطانیہ تو متاثر ہوتا ہی ہے مگر اس کو بھی ملک نظر انداز نہیں کرسکتا۔اگر پورے یورپ میں دائیں بازو کے وطن پرست سیاستدان الیکشن جیت رہے ہیں تو یہ ہمارے لیے بھی سوچنے کا لمحہ ہے۔مگر حادثہ یہ ہے کہ ہم چندان ممالک میں ہیں جہاں عمومی طور پر ایک مخصوص کھردرے طریقے سے عام لوگوں سے سوچنے کی طاقت چھین لی گئی ہے۔انکو روزمرہ کی روٹی روزی کی تلاش میں اسطرح دیوانہ بنا دیا گیا ہے کہ وہ قوت گویائی اور سوچنے کی صلاحیت سے مکمل طور پر محروم ہو چکے ہیں۔ہمارے ملک میں فکری آزادی موجود نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔ہم تو سوشل میڈیا تک سے ڈرتے اور لرزتے ہیں۔حالانکہ سوشل میڈیا ہر معاشرے کی سوچ بدل رہا ہے۔یہ اس صدی کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔جسکے سامنے کسی بھی چیز کا وجود بے معنی ہے۔پاکستان میں ایک خاص سوچ کو بڑھاوا دیا گیا ہے۔مذہب کو شخصی اور ریاستی کمزوری چھپانے کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔آپ ہمارے بڑے بڑے لکھاری دیکھ لیجئے۔جہاں وہ دلیل سے لکھ نہیں سکتے یا بات نہیں کرسکتے۔وہ مذہبی حوالے سے دوسرے کا چاروں شانے چت کردیتے ہیں۔سچا اَمر یہ بھی ہے کہ یہ دانشور، سیاستدان، قلمکار اور دیگر حضرات کسی معقول دینی عالم کے سامنے قطعاً مذہب کی بات نہیں کرتے۔خیر یہ ادنیٰ رویہ اب ہمارا قومی رویہ ہے۔اسکو تبدیل کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔

ہمیں اپنے معاشرے کے عملی پہلوؤں کو پرکھنے کی اَشد ضرورت ہے۔ایک سرجن کی طرح ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ پورے ملک کے اندر اصل مسائل کیا ہیں اور ان پر بات کرنا ناممکن بنا دیا گیا ہے۔کمال چابکدستی کے ساتھ اصل مسائل کو لوگوں کے سامنے سے غائب کرکے فروعی اور جذباتی معاملات میں ایسا الجھایا گیا ہے کہ کسی کو کچھ سوجھتا ہی نہیں ہے۔جذباتیت کا ایسا غبار اُٹھایا گیا ہے کہ فروعی مسائل ہی اصل مسائل لگنے شروع ہو چکے ہیں۔مثلاً ستر برس سے ہر ایک کو بتایا جارہا ہے کہ کشمیر بس اب ہندوستان سے علیحدہ ہونے ہی والا ہے۔بس آپ نیند سے بیدار ہونگے تو یہ کشمیر پاکستان کا حصہ بن چکا ہوگا۔مگر حقیقت میں کوئی بتانے والا ہی نہیں ہے کہ کشمیری جدوجہد انکی اپنی آزادی کیلئے ہے۔وہ اس میں کامیاب ہوسکتے ہیں یا نہیں، اس پر مختلف آراء موجود ہیں۔مگر متعدد سروے ہوئے ہیں جن میں کشمیر کے عوام اپنی آزادی کو پاکستان سمیت کسی کی جھولی میں ڈالنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔وہ اپنی مکمل طور پر علیحدہ شناخت رکھنا چاہتے ہیں۔مگر پاکستان میں اس پر کھل کر بات نہیں کی جاتی۔ہمارے ذہنوں پر نقش کردیا گیا ہے کہ یہ کشمیر بس پاکستان بن کر رہیگا۔یہ صرف اور صرف جذباتیت کی فضا ہے جسے مختلف ریاستی ادارے اپنی بقا کیلئے کسی صورت کم نہیں کرنے دیتے۔ہوسکتا ہے کہ میری سوچ غلط

ہو۔مگر مجھے اپنی سوچ کو دلیل کی بنیاد پر قائم رکھنے کا حق ہے۔

اسرائیل اور فلسطین کی طرف نظر ڈالیے۔اسرائیل کا ہمارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے۔مشرق وسطیٰ کے تمام مسلمان ممالک اسرائیل کے ساتھ بہترین تعلقات قائم کر چکے ہیں۔فلسطین کی حکومت بھی اسرائیل کے ساتھ ہر وقت رابطہ میں ہے۔سعودی عرب تک اسرائیل کے ساتھ اعلیٰ تجارتی اور سفارتی تعلقات استوار کر چکا ہے۔لیکن نہیں، ہمارا ملک جسکا اسرائیل سے کوئی سرحدی یا نظریاتی اختلاف نہیں ہے، ہم اس ملک کے بدترین ناقد ہیں۔ہم ہر حادثہ میں صیہونی ہاتھ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اپنی نااہلی بچانے کیلئے ہر وقت یہود و ہنود کی سازشوں کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔مصر جسکے اسرائیل کے ساتھ سرحدی جھگڑے ہیں، وہ مکمل طور پر ان اختلافات کو حل کر چکا ہے۔لیکن پاکستان میں تو آپ بات تک نہیں کر سکتے کہ ہمارا دنیا کے سب سے طاقتور ملک کو مکمل دشمن بنانے کا کیا فائدہ ہے۔کوئی بھی سیاستدان یا سفارت کار بات کرنے کی جرات کر کے دیکھے، اسے فوری طور پر غدار، ملک دشمن اور مغربی ممالک کا ایجنٹ قرار دے دیا جائیگا۔نقصان یہ ہوا ہے کہ اسرائیل نے اپنی طاقت کا سارا توازن ہندوستان کے پلڑے میں ڈال دیا ہے۔ہمارا ہمسایہ ملک اس تعلق سے بھرپور فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ساتھ ہی ساتھ ہمارے ملکی مفادات کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔لیکن پاکستان میں کون بات کریگا۔کیوں کریگا۔سب کا مفاد اس میں ہے کہ سوسائٹی میں خوف کو اس قدر مضبوط بنا دو کہ ہر وقت سلامتی پر ہی خطرے کے بادل منڈلاتے رہیں۔یہ بادل حقیقی ہیں یا مصنوعی، ان پر بات کرنے کی بھی کوئی اجازت نہیں۔

چلیے، بین الاقوامی معاملات سے صرف نظر کر کے خالصتاً اندرونی معاملات کی طرف آجایئے۔روزمرہ کے معمول کے معاملات سے شروع کیجئے۔پھل فروش کی ریڑھی سے آغاز کیجئے۔ہمت کر کے کسی ریڑھی پر جایئے۔تیزاب اور تیز برف سے کس طرح پھلوں کو لال سرخ بنایا گیا ہوگا۔زہر سے آراستہ پھل کسی روک ٹوک کے بغیر سرِ عام بِک رہے ہیں کوئی مائی کا لعل یہ نہیں کہہ سکتا کہ آڑو یا سیب اس قدر سرخ تو قدرتی طور پر نہیں ہوتا، جتنا اس ریڑھی پر بِک رہا ہے۔اگر آپ بات کرنے کی ہمت کریں تو دکاندار آپکو بدتہذیبی سے حکم دیگا کہ باؤجی! جاؤ۔کہیں اور سے سودا خرید لو۔آپ شرمندہ شرمندہ کہیں اور جگہ لٹنے کیلئے جانے پر مجبور ہو جائینگے۔پھلوں میں ایک نمبر، دو نمبر اور تین نمبر کی تفریق موجود ہے۔کیا یہ کرپشن کی چھوٹی سے مثال نہیں۔پھل بیچنے والے کا جتنا اختیار ہے، اسکا جتنا دائرہ کار ہے، وہ اس میں رہ کر اپنی حیثیت کے مطابق گاہکوں کے بیوقوف بنانے میں کامیاب ہے۔پھل کی ریڑھی صرف ایک استعارہ سمجھئے۔کسی دکان پر چلے جایئے۔آپکو بالکل ایک جیسے حالات نظر آئینگے۔جس ملک میں ادرک کو تیزاب سے دھو کر سفید بنایا جاتا ہو، صدقہ کے گوشت میں سرخ رنگ ڈال کر بیچا جاتا ہو، وہاں انسان کیا بات کرے۔ویسے جس چیز کو معمولی کرپشن لکھ رہا ہوں، چین میں اسکی سزا موت ہے۔برطانیہ میں اس طرح کے جرم، کرپشن یا بے ضابطگی کی سزا لمبی قید ہے۔

آپ چھوٹے طبقے کو بھی رہنے دیجئے۔چلیے بڑے کاروبار کی طرف آتے ہیں۔کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر پوچھیے کہ کسی بھی طرح کا کولا صحت پر کیا اثرات رکھتا ہے۔کسی مشروب کا نام نہیں لکھ رہا۔لیکن اشتہارات پر اس درجہ رقم خرچ کی جاتی ہے کہ جو مشروب انسانی صحت کیلئے حد درجہ نقصان دہ ہے، وہ ہمارے لیے تقریباً لازم قرار دے دیا گیا ہے۔اشتہارات کی چکا چوند سے ان بیکار مشروبات کو زندگی

میں خوشی کی وجہ قرار دیا جارہا ہے۔کیا واقعی یہ ایک جرم نہیں ہے۔منافع کمانے کیلئے لوگوں کو بیوقوف بنایا جارہا ہے۔مگر کون پکڑے گا،کون دیکھے گا۔کیا کوئی ایسا لیڈر نہیں ہوسکتا جو اعلان کردے کہ اس طرح کے مضر صحت مشروبات کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ ممنوع شدہ "دختر زر" سرِ عام فروخت ہورہی ہے۔کیا لکھا جائے اور کیا بات کی جائے!

دودھ کے متعلق گوالے پر ہر طرح کے الزامات ہیں، کہ دودھ میں پانی ملایا جاتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔یہ کافی حد تک درست بات بھی ہے۔مگر جو بڑی بڑی کمپنیاں گتے کے ڈبے میں دودھ فروخت کررہی ہیں،انکے اندر کیا ہے۔رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جب معلوم ہوتا ہے کہ انکے اندر ہر طرح کا زہریلا مواد ڈالا جاتا ہے۔سرف تک ملایا جاتا ہے تاکہ جھاگ بن سکے۔کوئی بتانے والا نہیں کہ دودھ تو خدا کا نور ہے۔اس میں ملاوٹ سے اسکی کوالٹی برباد کی جاتی ہے۔مگر نہیں،پوری قوم کو اشتہارات کے زریعے بیوقوف بنایا جارہا ہے۔انتہائی مہنگے داموں پر زہر آلود دودھ سرِ عام بِک رہا ہے۔کیا یہ کرپشن کی ایک قسم نہیں ہے۔

گاڑیوں اور موٹر سائیکل بنانے کی کمپنیوں کے ملایاتی جرائم پر سنجیدہ بحث کی ضرورت ہے۔جو گاڑی ہمارے ملک میں بیس لاکھ کی ملتی ہے، ہمسایہ ملک میں اسکی قیمت پانچ لاکھ سے آٹھ لاکھ تک ہے۔ہمارے ہاں گاڑیاں کیوں اتنی مہنگی ہیں۔انکا جواب کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔لازم ہے کہ گاڑیاں بنانے والی کمپنیوں کو مکمل آزادی دی گئی ہے تاکہ وہ کھل کر کھیل سکیں۔جتنا مرضی منافع یا لوٹ مار کریں،کوئی روکنے والا نہیں۔کیا یہ اقتصادی جرائم کسی اور ملک میں ظہور پذیر ہوسکتے ہیں۔موٹر سائیکل بنانے والے کارخانے بھی اپنی من مانی میں خودمختار ہیں۔ہر وقت میڈیا پر سرکاری عمال کی کرپشن پر لامتناہی بحث ہوتی ہے۔سیاستدانوں اور سرکاری افسروں کی دھجیاں اُڑادی جاتی ہیں درست بات ہے کہ اگر کسی نے غلطی کی ہے تو اس پر بات ہونی چاہیے۔مگر کیا کبھی نجی شعبے کی کرپشن پر بات ہوئی ہے۔ہرگز نہیں۔نجی شعبہ میں کرپشن سرکاری شعبہ سے کہیں زیادہ ہے۔حقیقت میں کسی قسم کا کوئی پیمانہ ہی نہیں جو نجی شعبے کی کرپشن کو ماپ سکے۔ٹیکس نہ دینا تو خیر ایک جرم ہے ہی سہی،مگر اسکے علاوہ کیا کیا گلمکاریاں اور کارنامے ہیں۔اسکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ نجی شعبہ پر ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا۔لہذا یہ پورا شعبہ مکمل سکون میں ہے۔اس پر بات تک نہیں کی جاسکتی۔

جس ملک میں کرپشن، بے ضابطگی اور مالیاتی جرائم ریڑھی سے شروع ہوکر پورے ملک کے ہر شعبہ میں برہنہ حالت میں موجود ہوں،اس صورتحال میں مقتدر طبقہ،حکمران کیسے ایماندار ہوسکتا ہے۔کرپشن اس ملک کا اَن دیکھا دستور ہے اور ہر فریق اس پر سمجھوتا کرچکا ہے۔انکو مان چکا ہے۔ہمارا ملک اسی اَن لکھے،اَن دیکھے دستور پر کاربند رہیگا۔کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

راؤ منظر حیات